شہید ملت خان لیاقت علی خان



مملکتِ خداداد پاکستان کے پہلے وزیراعظم

شہیدِ ملت خان لیاقت علی خانؒ

شمیم شاہ آبادی



نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

مادرِ ملتؒ پارک، شاہراہ قائداعظمؒ لاہور

فون: 14-9201213 فیکس: 9202930

کتاب	:	شہیدِ ملت خان لیاقت علی خانؒ
مصنف	:	شمیم شاہ آبادی
نگران اعلیٰ	:	ڈاکٹر رفیق احمد
ناشر	:	نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور
مطبع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز، لاہور
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
سرِورق	:	شہزاد یٰسین
نظرثانی شدہ ایڈیشن	:	2007
تعداد اشاعت	:	2000

Published by

Nazaria-i-Pakistan Foundation

Madar-i-Millat Park, Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.

E-mail: foundation@nazariapak.info Web: www.nazariapak.info

Ph. 9201213-9201214 Fax. 9202930

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,

10-Mutlan Road, Lahore. Ph: 7466975



ادارتی نوٹ

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کی مطبوعات کا ایک واضح مقصد ہے اور وہ ہے پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی اور تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات میں اضافہ کرنا، علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارفع خیالات اور کارناموں کے متعلق مستند حوالوں سے آگاہی پیدا کرنا اور نئی نسلوں میں ملک و قوم کے بارے میں احساسِ تفاخر کی پرورش کرنا۔ فاؤنڈیشن کو پختہ یقین ہے کہ بانیان پاکستان کے افکار و کردار کے بارے میں مستند معلومات بہم پہنچا کر ہی پاکستانیوں کی آرزوؤں اور مسائل کا صحیح ادراک حاصل ہوسکتا ہے، قوم کے حال اور مستقبل کو سنوارا جاسکتا ہے اور اسے مادی، علمی، نظریاتی اور روحانی بلندیوں تک پہنچایا جاسکتا ہے اور اُس جمہوری روح کو از سر نو بیدار کیا جاسکتا ہے جو عظیم تحریک پاکستان کا طرۂ امتیاز تھی۔

سیکرٹری
نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

فاؤنڈیشن کے اغراض و مقاصد

1- نظریۂ پاکستان کے مقاصد کی ترویج و اشاعت اور انہیں اُجاگر کرنا

2- تحریکِ پاکستان کے جذبوں، یادداشتوں اور متعلقہ ریکارڈ کو محفوظ کرنا

3- تحریکِ پاکستان کے متعلق تحقیق کرنا اور ان لوگوں کو اعزاز دینا جنہوں نے پاکستان بنانے کیلئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور قربانیاں پیش کیں

4- پاکستان میں اسلام کے اصولوں پر مبنی سماجی، معاشی اور سیاسی نظام کے قیام کی کوشش کرنا جس کا تحریکِ پاکستان کے دوران وعدہ کیا گیا تھا

5- قومی وحدت کو فروغ دینا اور ہر قسم کے تفرقات اور استحصال کے خلاف سینہ سپر ہونا

6- ایک خودمختار، قومی، نظریاتی اور جمہوری ادارے کے طور پر کام کرنا اور پاکستان کے دستور میں درج ''قراردادِ مقاصد'' کے اغراض و مقاصد کے فروغ اور ترویج کیلئے کام کرنا

فہرست





قائداعظم محمد علی جناحؒ اور شہیدِ ملت خان لیاقت علی خان کی ایک یادگار تصویر

حیات

پیدائش	یکم اکتوبر 1895ء
مقام پیدائش	کرنال (مشرقی پنجاب)
والد کا نام	نواب رستم علی خان
دادا کا نام	نواب احمد علی خان
والدہ کا نام	محمودہ بیگم
والدہ کی رہائش	راج پور سہارن پور

ابتدائی سکونت:

لیاقت علی خان کے آباؤ اجداد نے ابتدا میں لاہور میں سکونت اختیار کی۔ بعد ازاں جب مغلیہ دور میں آگرہ ہندوستان کا دارالحکومت بنا تو یہ خاندان وہاں منتقل ہوگیا۔ پھر اس خاندان کے کچھ لوگ تو آگرہ ہی میں رہے لیکن کچھ لوگ مستونگ (یوپی) میں آباد ہوگئے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں اس خاندان کے کچھ لوگ مظفر نگر سے کرنال (مشرقی پنجاب) آگئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

نواب احمد علی خان بہت مشہور ہوئے۔ انگریزوں نے نہ صرف ان کی جاگیر میں اضافہ کیا بلکہ انہیں رکن الدولہ، شمشیر جنگ اور نواب بہادر کے خطابات سے بھی نوازا۔ لیاقت علی خان کے دادا نواب احمد علی خان کی شادی راجپور کے نواب مہر علی خان کی دختر سے طے ہوئی۔

جاگیر کی منتقلی:

نواب احمد علی خان کی جاگیر اور خطابات پہلے ان کے بڑے بیٹے نواب عظمت علی خان کو اور بعد ازاں ان کے چھوٹے بھائی نواب رستم علی خان کو منتقل ہو گئے جو لیاقت علی خان کے والد تھے۔نواب رستم علی خان سخاوت میں مشہور تھے۔وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی بھی مالی امداد کرتے تھے۔

رحم علی ہاشمی:

رحم علی ہاشمی اس دور میں لیاقت علی خان کے سیکرٹری تھے۔ان کا کہنا ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی میں لیاقت علی خان کے خاندان کو سخت نقصان پہنچا تھا اور ان کے صرف خطابات اور جاگیر کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا تھا۔

نواب سجاد علی خان:

نواب سجاد علی خان لیاقت علی خان کے بڑے بھائی تھے۔کمشنر انبالہ ڈویژن علامہ لطیفی کا نواب سجاد علی خان سے جھگڑا ہو گیا۔اس نے حکومت سے شکایت کی کہ اس خاندان کے لوگ نواب بہادر کا خطاب استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خطاب صرف والیان ریاست کے لیے مخصوص ہے۔نواب سجاد علی خان اس وقت خود کو کرنال کا نواب کہتے تھے۔کمشنر نے کہا کہ وہ خود کو صرف نواب سجاد علی خان لکھ سکتے ہیں۔

روزے رکھنے کا شوق:

لیاقت علی خان کو ماہِ رمضان میں روزے رکھنے کا بڑا شوق تھا۔چار سال کی عمر میں انہوں نے پہلا روزہ رکھا۔لیاقت علی خان نے لڑکپن میں ایک مرتبہ تعزیے کا جلوس دیکھا۔انہوں نے اپنے دوستوں کو جمع کر کے خود بھی ایک تعزیہ بنایا اور ایسی پُرسوز آواز میں مرثیہ خوانی کی کہ تمام اہلِ خانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ریشمی شیروانی:

لیاقت علی خان کو ایک مرتبہ ریشمی شیروانی پسند آ گئی۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک ان کے لیے بھی ایسی ہی شیروانی کا بندوبست نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت ان کے لیے ریشمی شیروانی سلوائی گئی۔ وہ اپنے دوستوں کی شکایات سنتے اور خود وزیر کی حیثیت سے ان کی شکایات کے فیصلے کیا کرتے۔

تعلیم:

لیاقت علی خان کے والد نے انہیں حصول تعلیم کے لیے علی گڑھ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ 1911ء میں لیاقت علی خان ایم اے او کالجیٹ سکول میں چھٹی جماعت کے طالبعلم تھے۔ وہ اپنی جماعت کے مانیٹر اور ہوسٹل کی کرکٹ ٹیم کے کپتان تھے۔ ایک مرتبہ انہیں جماعت میں اوّل آنے پر ایک کتاب تحفتاً پیش کی گئی لیکن انہوں نے یہ تحفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں جتنی چاہوں کتابیں خرید سکتا ہوں۔ میں یہ تحفہ اسی وقت قبول کروں گا جب مجھے اس کے ساتھ ڈبل ترقی بھی دی جائے۔ انسپکٹر آف سکولز اس تقریب سے خطاب کرر ہے تھے۔ انہوں نے لیاقت علی خان کی یہ شرط قبول کر لی۔ جب وہ علیگڑھ پہنچے تو بہت دبلے پتلے تھے لیکن کھیلوں میں حصہ لینے کی وجہ سے ان کا جسم بھر گیا۔ جب وہ کالج پہنچے تو ان کی دلچسپیوں میں اضافہ ہوگیا۔ جب وہ کرنال میں چھٹیاں گزار رہے تھے تو انہوں نے موسیقی کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ ان کی آواز بہت سریلی تھی چنانچہ انہوں نے اللہ بخش میراسی سے موسیقی کا درس لینا شروع کر دیا۔ ایک بنگالی ہیم چندر انہیں پیانو بجانا سکھاتا تھا۔ انہیں شطرنج اور اسی قسم کے گھریلو کھیل کھیلنے کا بھی شوق تھا۔ وہ علی گڑھ کے سیاسی ماحول سے متاثر نہیں ہوئے۔ انہوں نے 1919ء میں گریجویشن کی اور اس وقت تک وہ صرف کھیلوں میں دلچسپی لیتے رہے۔ اسی سال ستمبر کے مہینے میں وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن چلے گئے۔ 1921ء میں انہوں نے قانون کی ڈگری حاصل کی۔

سیاست سے دلچسپی:

آکسفورڈ میں قیام کے دوران انہوں نے سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ انہیں انڈین مجلس کا خزانچی منتخب کر لیا گیا۔ یہاں ان کے ان لوگوں کے ساتھ رابطے ہوئے جو ہندوستان کی سیاست میں حصہ لے رہے تھے۔ ان میں نجیب قریشی، ایم سی چھاگلہ، عبدالرحمن صدیقی، مستقبل کے دو سیاستدان بھائی محمد حبیب اور محمد مجیب، سر تیج بہادر سپرو کا بیٹا پی این سپرو اور کے پی ایس مینن شامل تھے۔ لیاقت علی خان بہت اچھے میزبان تھے۔ ایک سال بعد ہی وکلا نے انہیں بار میں شامل کر لیا لیکن انہوں نے کبھی پریکٹس نہیں کی۔

قوم کی خدمت:

لندن سے واپسی پر لیاقت علی خان کی والدہ نے ان میں تین تبدیلیاں محسوس کیں۔ اول یہ کہ اب وہ پہلے سے زیادہ مہمان نواز ہو گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اب صرف انگریزی گانے گاتے تھے۔ اور تیسرے یہ کہ وہ عوام کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔

سرکاری ملازمت سے انکار:

توقع کی جا رہی تھی کہ وہ اپنے خاندانی پس منظر اور تعلیم کے پیش نظر سرکاری ملازمت اختیار کر لیں گے لیکن انہوں نے اس سے یکسر انکار کر دیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے وکالت کا پیشہ کیوں اختیار نہیں کیا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ وہ براہ راست سیاست میں آنا چاہتے تھے۔ ہندوستان واپسی پر انہوں نے یو پی میں 1926ء کے عام انتخابات میں حصہ لیا اور اپنے ضلع مظفر نگر سے قانون ساز کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ کونسلری کے زمانے میں انہوں نے آزاد خیال عناصر کا ساتھ دیا۔ نوابزادہ ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی انگریزوں کی خوشامد نہیں کی اور ہمیشہ قومی مفاد کو پیشِ نظر رکھا۔ سائمن کمیشن کے بارے میں انہوں نے مسٹر جناحؒ کے مؤقف کی حمایت کی۔ انہوں نے یو پی کونسل میں ایسے

حالات پیدا کر دیئے کہ حکومت سائمن کمیشن کی حمایت میں قرارداد پاس نہ کرا سکی۔ اپریل 1933ء میں وہ ہنی مون منانے کے لیے لندن گئے جہاں انہوں نے اپنی بیگم رعنا لیاقت علی خان کے ہمراہ مسٹر جناح سے ملاقات کی اور ان سے وطن واپسی کی درخواست کی لیکن مسٹر جناح سمجھتے تھے کہ ابھی اس کا موزوں وقت نہیں آیا۔ ستمبر 1934ء میں انہوں نے وائسرائے لارڈ ولنگڈن سے خیرسگالی ملاقات کی۔ وائسرائے نے ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر انہیں برطانیہ کے لیے ہائی کمشنر کا عہدہ پیش کیا لیکن ایک سال میں ہی حالات ڈرامائی طور پر تبدیل ہو گئے۔ مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کے سلسلے میں لیاقت علی خان کو اعزازی جنرل سیکرٹری منتخب کر لیا گیا۔ مسلم لیگ کے بمبئی کے اجلاس کے بعد وہ لکھنؤ واپس آ گئے۔ وہ نواب چھتاری اور سر محمد یوسف وغیرہ سے ملے جو انگریزوں کے حامی تھے۔ انہیں مشورہ دیا کہ وہ مسٹر جناح سے مل کر مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ میں شامل ہو جائیں۔ اس پر سر فضل حسین مشتعل ہو گئے اور لیاقت علیخان کو نیشنل ایگریکلچرسٹ پارٹی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے لگے لیکن لیاقت علی خان کسی دباؤ یا دھمکی کو خاطر میں نہ لائے۔ گورنر سر ایچ جی ہیگ ان کے خلاف ہو گئے۔ لیاقت علی خان اس خیال سے صوبائی مسلم لیگ کی سیاست سے دور ہو گئے کہ گورنر کہیں اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے لیکن وہ مرکزی مسلم لیگ کے معاملات کو مضبوط کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی رہائش لکھنؤ سے دہلی منتقل کر لی تا کہ مسلم لیگ کی زیادہ خدمت کر سکیں۔

خدمات

کرنال میں مسلم کش فسادات پھوٹ پڑے۔لیاقت علی خان اس وقت مظفر نگر میں تھے۔ اہل خانہ کی طلبی پر وہ فوراً کرنال پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی حکمت عملی سے ان فسادات پر قابو پا لیا۔ 1932ء میں آپ یو پی آسمبلی کے نائب صدر منتخب ہو گئے۔ اب تک وہ ایک آزاد رکن کا کردار ادا کر رہے تھے لیکن اب انہوں نے جمہوری پارٹی کے نام سے جماعت بنالی اور خود اس کے صدر منتخب ہو گئے۔ اس پارٹی نے قومی آزادی کو اپنا منشور قرار دیا۔لیاقت علی خان قوم پرستوں کی حمایت میں آواز بلند کرتے تھے۔ اپنی رکنیت کی پہلی میعاد کے شروع میں انہوں نے یہ سیکھ لیا تھا کہ حکومتی دباؤ کا کس طرح مقابلہ کیا جاتا ہے۔

مزارعین کو آزادی:

لیاقت علی خان ان زمینداروں میں سے نہیں تھے جو اپنے مزارعین کو دبا کر رکھتے ہیں۔ لگان کی وصولی پر وہ ذاتی طور پر نگاہ رکھتے تھے۔لیاقت علی خان اپنی جاگیر کے مینیجروں کا حساب ہر چھ ماہ بعد چیک کیا کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ اپنے مینیجروں پر ان کا اعتماد بڑھتا گیا اور جب تحریک پاکستان نقطۂ عروج پر تھی تو انہوں نے اپنے مینیجروں کا حساب کتاب دیکھنا بالکل بند کر دیا تھا۔لیاقت علی خان بے حد سادگی پسند تھے۔ وہ اپنے ذاتی اخراجات کے لیے صرف ایک ہزار روپیہ لیا کرتے تھے۔ وہ نہ صرف خوش لباس تھے بلکہ میزبانی بھی خوب کیا کرتے تھے لیکن دوسرے تمام اخراجات پر وہ سخت کنٹرول رکھتے تھے۔ وہ اپنے علاقے کے واحد زمیندار تھے جو کسی کے مقروض نہ تھے۔

زمینداروں کو تلقین:

21 فروری 1934ء کو آگرہ ٹینینسی ایکٹ پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہر زمیندار کو اس کی پرواہ کئے بغیر کہ مزارعین سے لگان وصول ہوتا ہے یا نہیں، حکومت کا مالیہ خود ادا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے کیس موجود ہیں کہ مزارعین نے لگان اس رقم سے ادا کیا جو انہوں نے ساہوکاروں سے سود پر قرض لی تھی۔

مالیہ میں اضافہ کی مخالفت:

1935-36ء کے بجٹ پر بحث ہو رہی تھی لیاقت علی خان نے حکومت کی اس تجویز کی سخت مخالفت کی کہ مالیئے میں اضافہ کر کے مزید سرمایہ جمع کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مالیہ اراضی کی حد اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہے اور اب اس کے ذریعہ مزید سرمایہ جمع کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی تجویز دینے والے، بڑے زمیندار طبقے کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

انگریز کے تقرر کی مخالفت:

مارچ 1930ء میں انہوں نے تخفیف زر کی ایک قرارداد ایوان میں پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ کانپور کے ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے لیے ایک انگریز مسٹر ڈرین کا انتخاب کیا گیا ہے جبکہ اس آسامی کے لیے ہندوستان میں تشہیر نہیں کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں انڈسٹریل کیمسٹری کے شعبے کی سربراہی ایک ہندوستانی کر رہا ہے جس کی کارکردگی کانپور کے ادارے کے انگریز سربراہ سے زیادہ اچھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر ڈرین نے کوئی تحقیقی کام نہیں کیا۔ انکی کارکردگی محض خط و کتابت تک محدود ہے۔ یونیورسٹی سینٹ میں اساتذہ کی نمائندگی کی حمایت کرتے ہوئے لیاقت علی خان نے کہا کہ انہیں یونیورسٹی سینٹ میں ضرور نمائندگی ملنی چاہیے۔

کیاانسان سونا کھاسکتا ہے؟

ایک سفر کے دوران لیاقت علی خان اپنے ساتھی کو بتار ہے تھے کہ وہ اب تک کتنا سفر کر چکے ہیں۔ پھر انہوں نے زمین میں ہل چلا نے والے کاشتکاروں کی طرف اشارہ کر تے ہوئے اپنے ہم سفر ساتھی سے کہا ''سلمان کیا میں سونا کھا سکتا ہوں؟ کیا تم چاندی کھا سکتے ہو؟ کیا یہ کاشتکار لوہا کھا سکتے ہیں؟ زندگی کی ضروریات یکساں نوعیت کی ہوتی ہیں۔اس سے آگے جو کچھ بھی ہے وہ محض عیاشی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی یہ نعمتیں عطا کرے تو ان سے استفادہ کرنا چاہئے لیکن کسی کو ان چیزوں میں اس حد تک نہیں کھو جانا چاہیے کہ جب انسان ان اشیا سے محروم ہو جائے تو اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ لیاقت علی خان فرقہ وارانہ عصبیت سے بالاتر تھے۔ 24مارچ 1931ءکو کانپور میں ہندو مسلم فسادات ہوئے تھے۔ اس کے لیے تحقیقاتی کمیٹی قائم کی گئی تھی۔اس میں لیاقت علی خان کو ان کی غیر جانبداری کی وجہ سے شامل کیا گیا تھا۔انکی غیر جانبداری کی وجہ سے یو پی کی قانون ساز کونسل میں ان کی شہرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا چنانچہ اگلے ہی سال انہیں ہندو ووٹوں کی اکثریت سے نائب صدر چُن لیا گیا۔ان کے مقابلے میں ایک ہندو تھا لیکن کونسل کے ہندو ممبروں نے لیاقت علی خان کو ووٹ دیے۔مرکزی اسمبلی میں قائداعظمؒ کی انڈیپنڈنٹ پارٹی کی طرح یو پی اسمبلی میں لیاقت علی خان کی جمہوری پارٹی میں بھی ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔لیاقت علی خان مسلم لیگی تھے لیکن ان کی یہ رکنیت یو پی اسمبلی میں ان کی کارکردگی کی راہ میں رکاوٹ بنی۔

کُل جماعتی کانفرنس میں نمائندگی:

لیاقت علی خان 1923ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔وہ انہی دنوں انگلستان سے واپس آئے تھے۔مسلم لیگ میں شمولیت سے قبل وہ یو پی کی قانون ساز کونسل کے رکن منتخب ہو چکے تھے۔1928ء تک انہوں نے اتنی مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ آل

انڈیا مسلم لیگ نے انہیں دہلی میں ہونے والی کل جماعتی کانفرنس کے لیے اپنا مندوب نامزد کر دیا۔لیاقت علی خان نے طویل عرصے تک مسلم لیگ کے آفس سیکرٹری سید شمس الحسن کے ساتھ کام کیا تھا۔ان کا کہنا ہے کہ لیاقت علی خان سب سے پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ 1927ء میں شریک ہوئے تھے۔وہ کہتے تھے کہ اجلاس میں وقفے کے دوران لیاقت علی خان مجھے اس طرح تپاک سے ملے گویا کہ ہم طویل عرصے سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔

مسلم لیگ کی مالی امداد:

شمس الحسن کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے پارٹی کے لیے جب بھی سرمائے کی ضرورت پڑتی تھی تو میں لیاقت علی خان سے رجوع کرتا تھا جہاں سے مجھے کبھی مایوس ہو کر نہیں لوٹنا پڑا۔لیاقت علی خان کے لیے مسلم لیگ کی خاطر سرمائے کی کمی ہی تشویش کا سبب نہیں تھی بلکہ مسلم لیگیوں کے اختلافات ان کی پریشانی کا باعث تھے۔سائمن کمیشن کے بائیکاٹ پر مسلم لیگ اختلافات کا شکار ہو گئی۔لیاقت علی خان نے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کی پر زور حمایت کی اور اس معاملے میں انہوں نے دوسرے جاگیر دار دوستوں نواب چھتاری اور سر محمد یوسف کی بھی پرواہ نہیں کی۔

رعنا کے ساتھ شادی کی کہانی:

رعنا لیاقت علی خان پیدائشی طور پر عیسائی لیکن عقیدے کے لحاظ سے برہمن زادی تھیں۔یو پی کے وزیر اعلیٰ گوبند ولبھ پنت ان کے قریبی عزیز تھے۔لیاقت علی خان سے رعنا کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ بہار فلڈ ریلیف فنڈ کے لیے یو پی اسمبلی کے ممبروں کے ہاتھ ٹکٹ فروخت کر رہی تھیں۔انہوں نے لیاقت علی خان سے درخواست کی کہ وہ دو ٹکٹ خرید لیں۔اسی شام کو انکی ملاقات کھانے کی ایک دعوت میں ہوئی جو گورنر کی طرف سے دی گئی تھی۔ان کی اگلی ملاقات لیاقت علی خان سے اس وقت ہوئی جب وہ اندر پرست

کالج دہلی کی لیکچرار تھیں۔ ان کی ایک دوست نے لیاقت علی خان کے ساتھ ان کی پہلی ملاقات یاد دلاتے ہوئے کہا کہ لیاقت علی خان یو پی اسمبلی کے نائب صدر منتخب ہو گئے ہیں۔ رعنا نے لیاقت علی خان کو مبارکباد کا خط لکھا۔ اس طرح ان کے تعلقات کی تجدید ہو گئی۔ انہوں نے دہلی میں وینجرز ریسٹورنٹ میں چائے پر باہمی ملاقات کا فیصلہ کیا۔ ملاقات کے بعد لیاقت علی خان نے رعنا کو جو اس وقت مس پنت کہلاتی تھیں' شادی کی پیشکش کی۔ چنانچہ دسمبر 1932ء میں دہلی کے میڈن ہوٹل میں دونوں کی آپس میں شادی ہوگئی۔ نکاح امام جامع مسجد نے پڑھایا۔ اس موقع پر لیاقت علی خان کے بڑے بھائی نواب سجاد علی خان موجود تھے۔ اس وقت وہ خاندان کے سربراہ تھے۔ انہوں نے اس شادی کی خوشی میں استقبالیہ دیا۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے شادی سے قبل اسلام قبول کرلیا تھا۔

پہلی شادی:

ابتدا میں ان کی پہلی شادی کامیاب سمجھی جارہی تھی۔ یہ شادی 1914ء میں ہوئی تھی جبکہ لیاقت علی خان ابھی طالب علم تھے۔ شادی کا اہتمام ان کے والدین نے کیا تھا۔ ان کی بیوی جہانگیرہ بیگم نواب عمر دراز خان کی دختر تھیں۔ نواب عمر دراز خان بھی جاگیردار تھے۔ بچپن میں لیاقت اور جہانگیرہ اکٹھے کھیلتے رہے۔ شادی کے بعد دونوں میں اتنی محبت تھی کہ لیاقت علی خان ان کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ وہ کسی اور کے ہاتھ سے کبھی پان قبول نہ کرتے تھے۔ لیاقت علی خان کو سبز رنگ پسند تھا لہٰذا جہانگیرہ بیگم بھی ان کی خوشنودی کے لیے سبز رنگ کا لباس پہنتی تھیں۔ وہ خاوند کی حد درجے وفادار خاتون تھیں۔ لیکن محبت کا یہ دور بہت مختصر ثابت ہوا۔ مسلمان معاشرے میں مذہب چار تک شادیوں کی اجازت دیتا ہے اور اونچا طبقہ اس رعایت سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیاقت علی خان کے والد نواب رستم

علی خان کی تین بیویاں تھیں ۔ لیاقت علی خان ان کی دوسری بیوی محمودہ بیگم کے بطن سے تھے ۔ وہ نواب قاہر علی خان آف راجپور کی صاحبزادی تھیں ۔ لیاقت علی خان جدید خیالات کے انسان تھے ۔ ان کے والدین اس بات پر ان سے خفا ہو گئے تھے کہ وہ جہانگیرہ بیگم کو بے پردہ شملہ اپنے ہمراہ لے گئے تھے ۔ لیاقت اور جہانگیرہ دونوں اپنی شادی پر فخر کرتے تھے ۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ میاں بیوی کے درمیان اختلافات کیوں پیدا ہوئے ۔ لیاقت علی خان کے سیکرٹری سے صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ دونوں میاں بیوی 1928ء میں الگ رہنے لگے تھے ۔ یہ لیاقت علی خان کی دوسری شادی سے چار سال پہلے کی بات ہے ۔ اس وقت ایک انگریز خاتون مسز مارٹیمر ان کے خانگی امور کی دیکھ بھال کرتی تھیں ۔

ولایت علی خان کی شکایت:

سلیمان جان کے مطابق پہلی بیوی سے لیاقت علی خان کے بڑے بیٹے ولایت علی خان ان کے پاس آئے اور شکایت کی کہ ان کے والد لیاقت علی خان نے کبھی انہیں کوئی رقم نہیں دی ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنے چچاؤں سے بات کریں تو ولایت علی خان نے جواب دیا کہ میں نے ان سے رابطہ کیا تھا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ولایت علی خان کو یقین دلایا کہ میں اس بارے میں لیاقت علی خان سے بات کروں گا ۔ لیاقت علی خان سے بات چیت کے دوران میں نے انہیں بتایا کہ ولایت علی خان کو شکایت ہے کہ آپ انہیں اور ان کی والدہ کو خرچ نہیں دیتے ۔ اس پر لیاقت علی خان نے مجھے اپنے پورے بجٹ کی تفصیلات بتائیں اور کہا کہ میں کرنال کی جائیداد سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا ۔ اس کی ساری آمدنی ولایت اور اس کی والدہ کے لیے ہے ۔ مظفر نگر کی جاگیر سے جو کچھ آتا ہے اس میں سے بھی میں اپنے لیے صرف پانچسو روپے رکھتا ہوں اور باقی سب کچھ ولایت کی والدہ کو دے دیتا ہوں ۔ لیاقت علی خان نے جہانگیرہ بیگم کو طلاق نہیں دی ۔ اور جب لیاقت علی خان شہید کر دئے گئے تو جہانگیرہ بیگم نے ان کے بارے

میں انتہائی نرم الفاظ کہے۔

بحثیت جنرل سیکرٹری مسلم لیگ:

لیاقت علی خان نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اُن سے قبل تیس سال کے دوران 9 حضرات نے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر کام کیا تھا۔ لیاقت علی خان کو 12 اپریل 1936ء کو مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اس طرح وہ مسلم لیگ کے پہلے منتخب جنرل سیکرٹری قرار پائے۔ ان کا نام قائداعظمؒ نے خود پیش کیا اور سر محمد یعقوب نے تائید کی۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ جب لیاقت علی خان نے پارلیمنٹری بورڈ سے استعفیٰ دیا تو اس کے ساتھ ہی وہ جنرل سیکرٹری کے عہدے سے بھی مستعفی ہو گئے تھے اور وہ 1938ء میں مسلم لیگ کے پٹنہ سیشن کے دوران اس عہدے پر دوبارہ آئے تھے۔ نواب چھتاری کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات تھے۔ اس سے بھی کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ تاہم ایم اے ایچ اصفہانی کے ایک خط سے صورت حال کی وضاحت ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ خط قائداعظمؒ کے نام لکھا تھا۔

اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ لیاقت علی خان سیکرٹری جنرل کے عہدے سے مستعفی نہیں ہوئے تھے۔ نواب چھتاری کے ساتھ ان کے تعلقات ضرور تھے لیکن ان کی پارٹی میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی بجائے انہوں نے آزاد حیثیت سے انتخاب لڑا تھا۔

سی پی میں بحران:

لیاقت علی خان نے یو پی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے ایک بحران کا حوالہ دیا جو چند ماہ قبل بھارتی صوبے سی پی میں پیدا ہوا تھا۔ اس وقت تقریباً بیس ہزار مسلمانوں نے کانگریس کی ودیا مندر سکیم کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ قائداعظمؒ نے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیے لیاقت علی

خان کوناگ پور بھیجا۔ وہاں مسلمانوں نے ان کا شاہانہ استقبال کیا اور ان کا بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ لیاقت علی خان نے سیکرٹریٹ اور ریسٹ ہاؤس کا چکر لگایا جہاں مسلمان گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے جمع تھے۔ مسلمان جس طرح اپنی ستیہ گرہ کی تحریک کو چلا رہے تھے لیاقت علی خان اس سے بے حد متاثر ہوئے۔ بعد ازاں لیاقت علی خان صوبے کے وزیر اعلیٰ روی شنکر شکلا سے ملے۔ اس ملاقات میں ایک فارمولا طے پایا جس کے تحت نہ صرف مسلمانوں کو ودیا مندر سکیم سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا بلکہ اس سکیم کو مدینۃ العلم کا اسلامی نام بھی دے دیا گیا۔

عام انتخابات:

آل انڈیا مسلم لیگ نے شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد مطالبہ کیا کہ ملک میں عام انتخابات کرائے جائیں۔ وائسرائے نے گورنروں کی میٹنگ میں اس مطالبے پر غور کیا۔ بعد ازاں انہوں نے اعلان کیا کہ انتخابات آنے والے موسم سرما 1945ء میں کروائے جائیں گے۔ لیاقت علی خان کے ایک معتمد ساتھی سردار امیر اعظم خان نے کہا کہ کانگرس نے فیصلہ کرلیا ہے کہ جداگانہ انتخابات کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کانگرس نے صرف ان کے حلقہ انتخاب میں 8 سے 9 لاکھ روپے تک خرچ کئے ہیں۔ حالانکہ یہ انتخابات بالغ رائے دہی کی بنیاد پر نہیں ہو رہے تھے۔ ووٹروں کی تعداد بے حد محدود تھی اور امیدواروں کو ایک ایک ووٹ کے لیے تگ و دو کرنی پڑ رہی تھی۔ مقابلہ اتنا سخت تھا کہ اکثر اوقات یہ خیال گزرتا تھا کہ مسلمان ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہے ہیں۔ لیاقت علی خان نے سردار امیر اعظم خان کو ہدایت کی کہ وہ کام کرتے جائیں اور نتائج کی پرواہ نہ کریں۔ ایک گاؤں میں جہاں 2500 ووٹر تھے لیاقت علی خان کو بتایا گیا کہ یہ ووٹر مسلم لیگ کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کانگرس نے یہاں کنواں بنوانے کا وعدہ کیا ہے۔ مسلم لیگی کارکنوں نے ان کے ساتھ سودے بازی کی اور پیشکش کی کہ وہ اگر مسلم لیگ کو ووٹ دیں تو انہیں تین سو روپے دئے جائیں گے۔ یہ کنویں کی تعمیر پر آنے والی لاگت کا

نصف تھا۔کارکنوں نے لیاقت علی خان کو اس سودے بازی سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ اسے قبول کر لینا چاہیے۔لیاقت علی خان نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ ہمارے مخالفین مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ دولتمند ہیں۔ان کے ساتھ پیسے کی بنیاد پر لڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ جبکہ اس لڑائی میں شکست صاف دکھائی دے رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ میری ذاتی فتح وشکست کا اور اصولی معاملہ ہے۔اس طرح پوری قوم کا مقصد داؤ پر لگ جائے گا۔ہم نے تو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم پاکستان بنانا چاہتے ہیں یا غلاموں کی طرح رہنا چاہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر قائداعظمؒ اور میں عوام کے لیے پاکستان کو خریدتے ہیں تو ایسے پاکستان کی وقعت کیا ہوگی اور اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ ایسی قوم اسے پھر ہندوؤں کے ہاتھ فروخت نہیں کر دے گی''۔اس صاف گوئی نے لوگوں کے دلوں کو بیحد متاثر کیا اور یہ سارے ووٹ مسلم لیگ کو مل گئے۔

غیر قانونی معاملات سے نفرت:

لیاقت علی خان نے اپنی کامیابی کے بعد جو تقریر کی اس میں اسی قسم کے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا۔ان کے حلقے میں ایک گاؤں تھا کھتولی۔وہاں ایک دیہاتی نے کہا کہ مجھے پیشکش ہوئی تھی کہ اگر میں لیاقت علی خان کے مخالف کو ووٹ دوں تو میرا پانچسو کا قرضہ معاف ہو جائے گا۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لیاقت علی خان نے کہا کہ ایک دولتمند مسلمان کی بجائے ایک غریب مسلمان زیادہ بہتر ہوا کرتا ہے۔لیاقت علی خان کا مخالف محمد احمد کاظمی تھا۔ان کے والد کا نام مولانا محمد طفیل تھا۔ان کے ساتھ لیاقت علی خان کے دوستانہ تعلقات تھے۔وہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور یو پی اسمبلی میں اکٹھے رہے تھے۔مولانا سید محمد طفیل احمد نے لیاقت علی خان کے مقابلے میں کھڑا ہونے پر اپنے بیٹے کی مخالفت کی لیکن حافظ محمد ابراہیم اور رفیع احمد قدوائی نے ان سے رابطہ قائم کر کے انتخاب لڑنے کی تلقین کی چنانچہ محمد احمد کاظمی نے انتخاب لڑا۔5دسمبر 1945ء کو نتیجے کا سرکاری اعلان ہوا تو لیاقت علی خان 4530ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے تھے جبکہ ان کے مخالف کو 2722ووٹ ملے تھے۔

جب تمام حلقوں کے نتائج آ گئے تو لیاقت علی خان کے حلقے میں بھی کشیدگی ختم ہو گئی۔

سو فیصد کامیابی:

ان انتخابات میں مسلم لیگ نے مرکزی آمبلی کی تمام مسلم نشستیں جیت لیں۔ لیاقت علی خان نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سو فیصد کامیابی کی، دنیا میں مثال نہیں تھی۔ مرکزی آمبلی کے تمام نتائج سامنے آنے سے قبل ہی لیاقت علی خان نے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لیے کام شروع کر دیا تھا۔ دسمبر کے شروع سے لے کر جنوری کے اواخر تک لیاقت علی خان نے پشاور سے پٹنہ تک کے سارے علاقے کا دورہ مکمل کر لیا۔ اگرچہ صوبوں میں مسلم لیگ سو فیصد کامیابی حاصل نہیں کر سکی پھر بھی یہ کامیابی متاثر کن تھی۔ جس حلقے کا دورہ لیاقت علی خان اکیلے کرتے تھے وہ اس کی رپورٹ قائداعظمؒ کو بھیجتے تھے۔ لیاقت علی خان پبلسٹی کی اہمیت کو سمجھتے تھے اور روزنامہ ڈان کے اجرا کی تجویز انہوں نے ہی قائداعظمؒ کو دی تھی۔

اقلیتوں کے تحفظ پر عدم اطمینان:

کیبنٹ مشن پلان میں اقلیتوں کے جن تحفظات کا ذکر کیا گیا تھا لیاقت علی خان نے انہیں غیر تسلی بخش قرار دیا۔ جب وزارتی وفد نے ابتدائی میٹنگ میں 26 مارچ 1946ء کو وائسرائے اور ان کی کونسل کے اراکین سے ملاقات کی تو اس میں وہ تقریریں زیر غور آئیں جو ملک کے آئینی مسئلے پر ہندوستان میں ہو رہی تھیں۔ ان میں لیاقت علی خان کی بھی ایک تقریر تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ جب تک طویل المیعاد آئینی مسائل طے نہیں ہو جاتے اس وقت تک مسلم لیگ وائسرائے کی کونسل کی تجدید کی حمایت نہیں کرے گی۔ بعد ازاں میٹنگ میں جب پاکستان کے مطالبے پر غور ہوا تو وزارتی وفد نے پیشکش کی کہ مسلم صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دے دی جائے گی اور متحدہ ہندوستان کے مرکز کے ساتھ ان کی وابستگی بڑی ڈھیلی ڈھالی ہو گی۔ نہرو اور پٹیل نے اپنی تقریروں میں اس قسم

کے سمجھوتے کا اشارہ دیا تھا اور لیاقت علی خان نے بھی اشارہ دیا کہ اس قسم کا سمجھوتہ مسلمانوں کے لیے قابل قبول ہو گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وزارتی وفد نے تینوں لیڈروں کی تقریروں کا مفہوم غلط سمجھا تھا۔ لیاقت علی خان نے اپنی ایک اور تقریر میں کہا "پاکستان کا مطالبہ ہم نے مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت سے ڈر کر نہیں کیا بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم اپنے تصورات کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکے۔ اس لیے مسلمان اس کے بغیر ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے کہ بلا تخصیص تمام محکموں پر ان کا مکمل کنٹرول ہو۔

عبوری حکومت کی تشکیل:

عبوری حکومت کے لیے کانگرس نے اپنے چند نمائندوں کو نامزد کیا تھا۔ انہوں نے 2 ستمبر 1946ء کو حلف اٹھا لیا۔ مسلم لیگ نے ابتدا میں تو اس حکومت میں شمولیت سے انکار کر دیا لیکن بعد ازاں اس نے بھی شمولیت کا فیصلہ کر لیا اور لیاقت علی خان کو عبوری حکومت میں مسلم لیگی ارکان کی قیادت کی ذمہ داری سونپ دی۔ لیاقت علی خان نے 20 اکتوبر 1946ء کو کراچی میں عبوری حکومت میں شرکت کے بارے میں کہا کہ یہ فیصلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ کانگرس عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کی مخالف تھی اور مسلم لیگ کے اس فیصلے سے بمبئی کے راست اقدام کی قرارداد قطعاً متاثر نہیں ہو گی۔ ان کے اس بیان کا کانگرس میں شدید ردعمل ہوا لیکن لیاقت علی خان اپنے موٴقف پر قائم رہے کہ مسلم لیگ اپنے لیڈروں کے سوا کسی اور کو اپنا لیڈر تسلیم نہیں کرتی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آئینی پوزیشن واضح کر دی ہے۔ بہر حال ہم اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر چلیں گے۔ قائداعظمؒ نے 21 نومبر 1946ء کو اعلان کیا کہ بمبئی ریزولیوشن بدستور موجود ہے۔ مسلم لیگ دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں شریک نہ ہوئی تو لیاقت علی خان پر دباؤ بڑھ گیا۔ لارڈ ویول نے وقت ضائع کیے بغیر 23 تاریخ کو لیاقت علی خان کو بلا کر الٹی میٹم دیا کہ مسلم لیگ طویل المیعاد منصوبے کو منظور کرے بصورت دیگر عبوری حکومت سے مستعفی ہو جائے۔ مسلم

لیگ کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔لیاقت علی خان نے ویول کو بتایا کہ وہ اوران کے ساتھی بوقت ضرورت استعفے دینے کو تیار ہیں لیکن وہ طویل المیعاد منصوبے کو منظور نہیں کر سکتے۔ ویول نے لیاقت علی خان کو مختلف طریقوں سے ہم خیال بنانے کی کوشش کی لیکن وہ انہیں اپنا موٴقف بدلنے پر مائل نہ کر سکے۔لیاقت علی خان نے کہا کہ اگر حکومت برطانیہ کانگریس سے ڈرتی ہے اور دیانتداری کے ساتھ اپنی بات پر قائم رہنے کی جرأت نہیں کرسکتی اگر اس نے مسلمانوں کو بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا ہے تو وہ اپنے لیے بہتری کا راستہ خود تلاش کر لیں گے کیونکہ انہیں کانگرس سے کسی رحمدلی کی توقع نہیں۔

لندن مذاکرات:

جب برطانوی حکومت نے مسلم لیگ کانگرس اور سکھوں کے نمائندوں کو مذاکرات کے لیے لندن بلایا اور یہ حضرات یکم دسمبر 1946ء کو لندن روانہ ہوئے تو وہاں بھی مسلم لیگ کا موٴقف وہی رہا جس کا اظہار وہ وزارتی وفد کے سامنے کر چکی تھی۔برطانوی نمائندے قائداعظمؒ اور ان کے ساتھیوں کو خوفزدہ کرنے میں ناکام رہے۔لارڈز میں ہندوستانی لیڈروں کے اعزاز میں ڈنر دیا گیا۔لارڈ لسٹوویل کے ساتھ بات چیت ہو رہی تھی کہ اچانک لیاقت علی خان نے زوردار آواز میں کہا کہ' آپ لوگوں کا یہی رویہ رہا تو پھر ہندوستان میں لاکھوں مسلمانوں کے قتل عام کے ذمہ دار آپ اور صرف آپ ہوں گے۔' ان کا اشارہ لارڈ لسٹوویل کی طرف تھا۔اس پر ڈنر میں سناٹا چھا گیا اور ڈنر ختم ہونے تک یہ صورت حال برقرار رہی۔جب ہندوستانی لیڈر لندن سے واپس آ گئے تو لیاقت علی خان نے محکموں کی ازسرِنو تقسیم کے لیے ویول سے بات چیت شروع کر دی۔لیاقت علی خان نے ان پر زور دیا کہ وہ اپنے وعدوں کے مطابق اہم وزارتیں مسلم لیگ اور کانگریس میں مساوی طور پر تقسیم کریں۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ ریلوے اور مواصلات کی وزارتیں مسلم لیگ کو دی جائیں جو ابھی تک خالی ہیں۔جواب میں ویول نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ مسلم

لیگ کے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے۔

20 فروری کو حکومت برطانیہ نے ایک پالیسی بیان جاری کیا جس کی دو اہم باتیں یہ تھیں۔ پہلی یہ کہ برطانیہ جون 1948ء سے قبل ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کر دے گا اور دوسری یہ کہ مارچ میں لارڈ ویول کی جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کیا جا رہا ہے۔ یہ فیصلہ لیاقت علی خان کے خلاف تھا کیونکہ ویول کے ساتھ ان کے تعلقات بہتر تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ ویسے تعلقات قائم نہ ہو سکے۔ دراصل ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے معاملات میں صرف پنڈت نہرو پر انحصار کرتے تھے۔

لیاقت علی خان کا بجٹ:

لیاقت علی خان نے 1947ء کا جو بجٹ پیش کیا اس کی بنیاد سماجی انصاف پر تھی۔ ان کا یہ بجٹ غریبوں کا بجٹ کہلایا کیونکہ اس میں ٹیکسوں کا سارا بوجھ سرمایہ داروں اور صنعت کاروں پر ڈالا گیا تھا جو ہندو تھے اور کانگرس کو مالی امداد مہیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس بجٹ کے ذریعہ لیاقت علی خان نے ہندو سرمایہ داروں کو سزا دینے کی کوشش کی ہے۔ لیاقت علی خان کو وزیر خزانہ بنانے کی تجویز ڈیسائی نے دی تھی۔ اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت کانگرس کے پاس اس وزارت کے لیے کوئی موزوں امیدوار نہ تھا۔ کانگرس نے پہلے یہ وزارت جان متھائی کو دی تھی جس کا کسی پارٹی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دراصل مسلم لیگ نہیں، کانگرس بیوروکریسی پر انحصار کرتی تھی۔ لیاقت علی خان پر وزارت خزانہ کے نااہل ہونے کا الزام محض خود ساختہ ہے۔ مسلم لیگ کو یہ وزارت لینے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ اسے ان وزارتوں کے امور میں بھی مداخلت کا موقع مل گیا جو کانگرس کے پاس تھیں۔ کانگرس کا تاثر یہ تھا کہ بجٹ کی تیاری میں چودھری محمد علی کا ہاتھ تھا جو اس وقت محکمہ خزانہ کے افسر تھے۔ جب چودھری محمد علی پاکستان میں وزیر اعظم تھے تو پنڈت نہرو نے بڑی رعونت کے ساتھ یہ کہہ کر ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ تو

وزارت خزانہ میں ایک معمولی کلرک تھے۔ 1947ء کا بجٹ خود لیاقت علی خان نے ہی بنایا تھا۔ اس معاملے میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ دفاع کے لیے 1887 ملین اور سول اخراجات کے لیے 1392 ملین روپے مختص کئے جانے کے بعد بجٹ میں 485 ملین روپے کا خسارہ ہوتا تھا جسے پورا کرنے کے لیے 25 فیصد کی شرح سے بزنس منافع ٹیکس لگایا گیا۔ یہ ٹیکس ایک لاکھ روپے سے زائد کے منافع پر لگایا گیا تھا جسے کانگرس نے غیر ضروری قرار دیا۔ سردار پٹیل اور راج گوپال اچاریہ نے خصوصی طور پر بجٹ کی مخالفت کی اور کہا کہ لیاقت علی خان نے تاجروں اور صنعت کاروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے کیونکہ ان کی اکثریت ہندو ہے۔ راجہ جی نے کابینہ میں کہا کہ میں لیاقت علی خان کی بجٹ تجاویز کا اس لیے مخالف ہوں کہ انہوں نے ان تجاویز کی بنیاد فرقہ واریت پر رکھی ہے۔ لیاقت علی خان نے کہا کہ میں نے یہ بجٹ تجاویز دے کر کانگرس کے اعلان شدہ مقاصد پورے کئے ہیں۔ اسمبلی سے خطاب کے دوران لیاقت علی خان نے فراخدلی سے تسلیم کیا کہ میں نے بجٹ کی تیاری میں اپنے مذہب کی تعلیمات سے استفادہ کیا ہے۔

لیاقت علی خان اور ماؤنٹ بیٹن:

ماؤنٹ بیٹن کا رویہ لیاقت علی خان کے بارے میں اچھا نہیں تھا۔ ان سے پہلی ملاقات کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے انہیں ''جھوٹا'' قرار دیا جس سے لیاقت علی خان کے بارے میں ان کے جارحانہ رویے کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ اپنے منصوبوں کے بارے میں لیاقت علی خان کو اعتماد میں لینے کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا۔ ابھی فوجوں کی تقسیم کا منصوبہ زیر تکمیل تھا کہ لیاقت علی خان کو رپورٹ ملی کہ بعض ہندو فوجی افسر بغاوت کر کے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کو خبر کر دی لیکن انہوں نے اس خبر پر سنجیدگی سے غور نہ کیا۔ لیاقت کے خدشات بے بنیاد نہیں تھے۔ 23 اپریل کو قائداعظمؒ نے یہی نکتہ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے اٹھایا۔ پوری طرح غور کرنے کے بعد قائداعظمؒ اس نتیجے پر پہنچے

تھے کہ کانگرس فوجی بغاوت کے ذریعے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔انہوں نے کہا کہ اس کاتوڑ یہی ہے کہ فوج کو جلد از جلد تقسیم کر دیا جائے۔انہوں نے کہا کہ جب تک فوج تقسیم نہ ہوگی اس بغاوت کا خطرہ برقرار رہے گا۔اس کے چند دن بعد کانگرس کے جنرل سیکرٹری نے علیٰ الاعلان کہا کہ مجھے اور لیاقت علی خان کو سب سے پہلے گرفتار کیا جاتا۔اگر کانگرس اس منصوبے کی تکمیل کو سیاسی رکاوٹ سمجھتی تو آزاد فوج متبادل حکومت قائم کر لیتی۔لیاقت علی خان نے اس امر کا خاص خیال رکھا کہ اس قسم کی صورت حال پیدا نہ ہو۔لیاقت علی خان نے لارڈ اسمے سے ملاقات کے دوران فوج کی تقسیم کے کام کی رفتار کو غیر تسلی بخش قرار دیا۔اس کے جواب میں لارڈ اسمے نے کہا کہ جب تک انتشار کی کیفیت برقرار ہے فوج کو ''ایک'' انتظام کے تحت رہنا چاہیے۔لیاقت علی خان نے اصولی طور پر اس نے اصولی طور پر اس نکتہ سے اتفاق کیا۔ساتھ ہی لارڈ اسمے پر واضح کر دیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ 15 اگست کو پاکستان کے پاس اس کی اپنی فوج ہو۔قائداعظمؒ نے بھی کہا کہ جب تک پاکستان کی اپنی فوج نہیں ہوگی وہ پاکستان میں اقتدار نہیں سنبھالیں گے۔دس دن بعد آکنلک نے قائداعظمؒ اور لیاقت علی خان کو فوج کی تقسیم کی رفتار سے آگاہ کیا اور بتایا کہ 15 اگست کے بعد ہندوستان اور پاکستان اپنی اپنی فوج کے اخراجات کے خود ذمہ دار ہوں گے۔طے پایا کہ پاکستانی علاقے کے ہندو بھارتی فوج میں اور ہندوستانی علاقے کے مسلمان پاکستانی فوج میں بھرتی ہوسکیں گے۔

حد بندی کمیشن اور دھاندلیاں:

پنجاب کی تقسیم کے لیے جو حد بندی کمیشن قائم کیا گیا تھا ابھی اس نے اچھی طرح کام بھی شروع نہیں کیا تھا کہ کمیشن کے لئے مسلم لیگ کے نامزد ارکان کو خدشات اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔کمیشن کے چیئرمین کو فیصلہ کن اختیارات دیے گئے تھے۔لیاقت علی خان نے اس اقدام کے خلاف زبردست انتباہ کیا۔انہوں نے قبل از وقت کہا کہ

چیئر مین حد بندی کمیشن اپنے ممبروں سے یہ کہے گا کہ انکی تیار کردہ رپورٹیں نہیں بلکہ وہ خود اپنی تیار کردہ رپورٹ گورنر جنرل کو پیش کرے گا۔ یہ اقدام طریق کار کے خلاف ہوتا اس لیے مسٹر جسٹس محمد منیر اور مسٹر جسٹس دین محمد نے اس اقدام کے خلاف مستعفی ہو جانے کی پیشکش کی لیکن مسلم لیگ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ کام جاری رکھیں۔ ان کے استعفے دینے کا دوسرا موقع اس وقت آیا جب انہیں معلوم ہوا کہ چیئر مین ریڈکلف گورداسپور ہندوستان کو دینے والا ہے۔ اس مرتبہ بھی لیاقت علی خان نے اس بے قاعدگی کا سختی سے نوٹس لیا اور انہوں نے چودھری محمد علی کے ہاتھ لارڈ اسمے کو پیغام بھیجا۔ لارڈ اسمے نے جواب دیا کہ لیاقت علی خان کے پیغام نے مجھے بدحواس کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ جیسا کہ میں سمجھا ہوں لیاقت علی خان کے پیغام کا خلاصہ یہ ہے (ا) ضلع گورداسپور جو کہ مسلم اکثریت کا علاقہ ہے انصاف کی وجہ سے نہیں بلکہ سیاسی بنیاد پر بھارت کے حوالے کر دیا گیا ہے اور (ب) لیاقت علی خان نے اسے برطانیہ پر اعتماد کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ اسمے نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی وکالت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے خود کو حد بندی کے معاملات سے الگ رکھا ہے۔ انہوں نے احتجاجاً کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ابھی ریڈکلف کی حتمی رپورٹ تیار نہیں ہوئی۔ مجھے علم نہیں کہ آپ (لیاقت علی خان) نے کس بنیاد پر یہ کہہ دیا ہے کہ گورداسپور کا علاقہ مشرقی پنجاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ دوسرے اگر ایسا ہے تو آپ (لیاقت علی خان) وائسرائے سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ اب ریڈکلف کو اپنے دیئے گئے فیصلے میں کسی ردو بدل کے لیے کہیں گے۔ میرے خیال میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وائسرائے نے ریڈکلف کے فیصلے پر اثر ڈالا ہے۔ چودھری محمد علی نے جو لیاقت علی خان کا پیغام اسمے کے پاس لے کر گئے تھے بتایا کہ میں نقشے کی مدد سے آپ کے سامنے صورت حال کی وضاحت کر سکتا ہوں۔ پنجاب کے نقشے میں پنسل سے ایک لائن لگی ہوئی تھی۔ اس لائن سے اس سرحد کی نشاندہی ہوتی تھی جو قائداعظم کو بتائی گئی تھی۔ میں نے کہا کہ اب میرے لیے مزید

کچھ کہنا بے سود ہے کیونکہ یہ لائن ہی حد بندی کی نشاندہی کر رہی ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہ دیکھ کر لارڈ اسمے کا رنگ پیلا پڑ گیا اور وہ بوکھلاہٹ میں کہنے لگے کہ کون بیوقوف اس نقشے سے کھیلتا رہا ہے۔ یہ لائن حتمی سرحد کے صرف ایک لحاظ سے برعکس تھی کہ مسلم اکثریت والی تحصیلیں فیروز پور اور زیرہ (ضلع فیروز پور) اس نقشے کے مطابق ابھی تک پاکستان میں دکھائی گئی تھیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ان تینوں متذکرہ دستاویزات سے اپنائیت کا اظہار کیا تھا۔ یعنی ایبل کا خط، نقشے کا خاکہ اور بیومونٹ کا وضاحتی خط۔ ماؤنٹ بیٹن نے 8 اور 11 اگست 1947ء کے درمیان ہونے والی کسی بھی تبدیلی سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔

لیاقت علی خان بطور وزیراعظم:

لیاقت علی خان نے 15 اگست 1947ء کو وزیراعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ قائداعظمؒ مجلس دستور ساز کے صدر منتخب ہوئے تو لیاقت علی خان نے کسی خونین انقلاب کے بغیر پاکستان حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کی۔ ابھی پاکستان کی مسلح افواج کی تنظیم نو ہو رہی تھی کہ کشمیر میں جنگ شروع ہوگئی۔ لیاقت علی خان پر خود پاکستانیوں کی طرف سے تنقید ہو رہی تھی جبکہ ان کی اقتصادی کامیابیوں کی کسی نے تعریف نہ کی۔ انہوں نے دباؤ کا مقابلہ کیا لیکن کوریا کی جنگ میں پاکستانی فوج نہ بھیجی۔ انہوں نے پاکستانی کرنسی کی قیمت کم نہ کی جبکہ بھارت اپنی کرنسی کی قیمت کم کر چکا تھا۔ لیاقت علی خان کو امریکہ اور روس کی طرف سے دورے کی دعوت ملی۔ وہ پہلے امریکہ گئے۔ بعض حلقے ان پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ روس کے دورے پر کیوں نہیں گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے روس کے دورے کی اہمیت کو کبھی کم کر کے نہیں دکھایا تھا۔ انہوں نے امریکہ کے دورے کے دوران ایک امریکی صحافی کو بتایا تھا کہ وہ امریکہ کے دورے کے بعد روس کا دورہ کرنے کا سوچ رہے ہیں۔

زبان کے مسئلے پر مشرقی پاکستان پہلے ہی ناراض تھا۔ 27 نومبر 1948ء کو

لیاقت علی خان نے کومیلا میں اعلان کیا کہ میری فوج کے سربراہوں کو یہ ہدایت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بنگالیوں کو بھرتی کریں۔ یہ ایک نمایاں تبدیلی تھی۔ لیاقت علی خان کی خواہش تھی کہ فوج میں بھرتی کے لیے لڑاکا اور غیر لڑاکا کی طبقاتی تقسیم ختم ہونی چاہیے۔ لیاقت علی خان نے پاکستان کی مشرقی سرحد کو مستحکم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی کیونکہ بنگالیوں کو سول سروس میں اعلیٰ عہدے دینے کے مقابلے میں ان کو مسلح افواج میں بھرتی کرنا زیادہ آسان تھا۔ پھر بھی لیاقت علی خان بنگالیوں کے لیے پچاس فیصد کوٹا رکھتے تھے۔ آزادی کے وقت سول سروس میں صرف ایک مسلمان تھا۔ جس کا نام نورالنبی چودھری تھا۔ لیاقت علی خان نے حسین شہید سہروردی کو اس وقت تک مجلس دستور ساز کا رکن نہیں بننے دیا جب تک انہوں نے مستقلاً پاکستان کی شہریّت اختیار نہیں کر لی۔ لیاقت علی خان نے انہیں کابینہ میں شامل کرنے کی پیشکش کی لیکن سہروردی نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔ سہروردی راولپنڈی سازش کیس میں ملزموں کے وکیل تھے۔ لیاقت علی خان نے اس کیس میں ان کی بیٹی اور داماد کو جیل بھیج دیا تھا۔ سرحد میں خان عبدالغفار خان کے ساتھ لیاقت علی خان کی چپقلش چلتی رہی۔ انہوں نے سرحدی گاندھی کو کبھی پاکستان کا وفادار نہیں سمجھا۔ لیاقت علی خان، عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ کی کارکردگی سے مطمئن تھے۔ لیاقت علی خان نے 1950ء میں اصلاحات کمیٹی قائم کی۔ کمیٹی کی رپورٹ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد شائع ہوئی تھی۔

قراردادِ مقاصد:

لیاقت علی خان نے 7 مارچ 1949ء کو قرارداد مقاصد ایوان میں پیش کی جسے پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں سنگ میل قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلا شبہ یہ ایک اچھی قرارداد تھی لیکن اس سے نظریاتی الجھنیں دور نہ ہو سکیں۔

قرارداد مقاصد کی منظوری کے فوراً بعد 12 مارچ 1949ء کو بنیادی اصولوں کی

کمیٹی قائم کی گئی۔مولوی تمیز الدین اس کے صدر اور لیاقت علی خان نائب صدر تھے۔کمیٹی کی بعض سفارشات غیر جمہوری نوعیت کی تھیں۔
قائداعظمؒ نے فرمایا تھا کہ پاکستان کی بنیاد یقینی طور پر سماجی انصاف اور اسلامی سوشلزم پر قائم ہوگی۔لیاقت علی خان نے کہا:

''آج کل بہت سے 'ازموں' کی باتیں ہورہی ہیں لیکن ہم اس امر کے قائل ہو چکے ہیں کہ ہمارے لیے صرف ایک ہی 'ازم' ہے اور وہ ہے اسلامی سوشلزم۔لوگ خواہ کسی بھی سسٹم کی کوآزمائیں گھوم پھر کر وہ اسلامی سوشلزم پر ہی آجاتے ہیں۔خواہ اس کا نام کچھ ہی رکھ دیا جائے۔

زمینداروں کو انتباہ:

یوپی اسمبلی میں لیاقت علی خان کا لہجہ بڑا نرم ہوتا تھا لیکن پاکستان بننے کے بعد انہوں نے بڑے سخت الفاظ میں بڑے زمینداروں کو خبردار کرتے ہوئے کہا:

''میں بڑے زمینداروں سے کہتا ہوں کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کا دور ختم ہو چکا۔پاکستان محض چند افراد کے لیے نہیں بنا۔لاکھوں شہیدوں کا خون اس لیے نہیں بہایا گیا کہ چند سرمایہ داروں کے سرمائے کا تحفظ کیا جائے''۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ لیاقت علی خان اسلامی سوشلزم کو مخلوط اکانومی کی بھینٹ نہیں چڑھنے دینا چاہتے تھے۔
1947ء میں انہوں نے بجٹ کے موقع پر کہا:

''میں مسلم اور غیر مسلم سرمایہ دار میں امتیاز نہیں کر سکتا۔میں ان کے ہاتھوں پاکستان کا استحصال ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔اگر ایسا ہوا تو میں وزارت عظمیٰ چھوڑنے کو ترجیح دوں گا۔پاکستان ایک سرمایہ دار ملک نہیں ہوگا نہ ہی یہ کمیونسٹ ملک ہوگا۔یہ ایسا ملک ہوگا جس کی حکومت اسلامی اصولوں پر عمل پیرا رہے گی''۔(قائد ملّت کی تقریریں اور بیانات مصنفہ ایم رفیق افضل،صفحہ 189)۔

لیاقت علی خان نے کہا کہ ہماری ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہمارے صنعت کاروں کی بزدلی اور سرمایہ کاروں کی جھجک ہے۔لیاقت علی خان نے ملکی ترقی کے دو ادارے قائم کئے ۔پاکستان انڈسٹریل ڈیویلپمنٹ فنانس کارپوریشن جس کا سرمایہ دس ملین ڈالرتھا اور پاکستان انڈسٹریل فنانس کارپوریشن جو چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی امداد کے لیے تھی۔ترجیح یہ تھی کہ سات کروڑ روپے کی لاگت سے مشرقی پاکستان میں تین جوٹ ملیں قائم کی جائیں۔ملوں نے علی الترتیب 1951ءاور 1953ءمیں پیداوارشروع کردی تھی۔کاٹن میں ٹیکسٹائل کی پیداوار ایک لاکھ 75ہزار روپے سے بڑھ کر تین لاکھ نوے ہزار ہوگئی۔یہ لیاقت علی خان کے دور کی اہم کامیابی تھی۔یہ ترقی ریاست حیدر آباد دکن کے قرضے اور کوریا کی جنگ کی وجہ سے ہوئی۔

ایک بھی بنک نہ تھا:

لیاقت علی خان نے 1950ءمیں یوم آزادی کی ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب پاکستان قائم ہوا تو یہاں ایک بھی بنک نہ تھا لیکن اب 34 بنک ہیں جن کی 251 شاخیں ہیں۔پاکستان نے اپنی کرنسی کی قدر کم نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ ایک مشکل فیصلہ تھا۔15 ستمبر 1949ءکو برطانیہ نے اپنی کرنسی کی قیمت کم کردی اور اگلے دن بھارت نے بھی برطانیہ کی تقلید کی۔پاکستان نے اپنی کرنسی کی قیمت کم کرنے سے انکار کردیا اواس طرح بھارت کے ساتھ اس کی تجارتی جنگ شروع ہوگئی۔لیاقت علی خان ڈھاکہ پہنچے اور بتایا کہ پاکستان نے اپنے روپے کی قیمت کیوں کم نہیں کی۔انہوں نے کاشتکاروں سے کہا کہ ہم کم قیمت پر پٹ سن ہرگز نہیں فروخت کریں گے۔انہوں نے کاشتکاروں سے کہا کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ پٹ سن بھارت کو سمگل نہ ہونے پائے۔بالآخر فروری 1951ءمیں بھارت نئے نرخوں پر پاکستان سے پٹ سن اور دیگر اشیا خریدنے پر مجبور ہو

گیا۔ لیاقت علی خان نے کہا کہ روپے کی قیمت کم نہ کرنے کے فیصلے سے پاکستان نے اقتصادی آزادی کا ثبوت دے دیا ہے۔ پاکستان نے اسلامی اقتصادی کانفرنس کی میزبانی کی جس میں دوسروں کے علاوہ تیونس کے حبیب بورقیبہ، فلسطین کے مفتی اعظم امین الحسینی اور صومالیہ کے عبداللہ عثمان بھی شامل تھے۔ یہ کانفرنس 25 نومبر 1949ء کو کراچی میں ہوئی۔ اسی طرح اقتصادی کمیشن برائے ایشیا اور مشرقِ بعید کی کانفرنس 28 فروری 1951ء کو لاہور میں ہوئی۔ پاکستان کی مالی حالت اس قدر بہتر تھی کہ اس نے برما (اب میانمار) کو پانچسو ہزار پونڈ کا قرضہ دیا۔ لیاقت علی خان کو یہ کامیابی اس لئے ملی کہ عوام کو ان پر کلی اعتماد تھا۔ وہ پاکستان جو ان کے بعد رشوت ستانی میں ساری دنیا میں بدنام ہوا اس کے پہلے وزیر اعظم کے اکاؤنٹ میں ایک ہزار روپے بھی نہ تھے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر خلوص سے قوم کی خدمت کر رہے تھے۔

خارجہ پالیسی:

لیاقت علی خان نے ابتدا میں اعلان کر دیا تھا کہ پاکستان غیر وابستگی کی پالیسی پر عمل کرے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم کسی ملک یا کسی گروپ کے حاشیہ بردار نہیں بن سکتے۔ انہوں نے 1951ء میں یہ کہہ کر کہ دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا تھا کہ اگر اس میں کشمیر کے مسئلے پر غور نہیں ہو سکتا تو اس کانفرنس میں میری شمولیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ 8 مارچ 1951ء کو گوجرانوالہ میں انہوں نے کہا کہ پاکستان نہ تو امریکی بلاک کا حاشیہ بردار ہے اور نہ کمیونسٹ بلاک کا۔ پاکستان صرف اسی مؤقف کی حمایت کرے گا جو اس کے نزدیک منصفانہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اسی بنا پر پاکستان نے اقوام متحدہ میں کبھی مغربی بلاک کی حمایت میں ووٹ دیا اور کبھی کمیونسٹ بلاک کی حمایت میں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان نے کسی سے بھی امداد نہیں لی۔ اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اپنے وسائل اور اپنی کوشش سے حاصل کیا ہے، اور اس وقت انکی یہ بات حقیقت پر مبنی

تھی ۔لیاقت علی خان نے کہا کہ دولت مشترکہ کی رکنیت اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے اپنی کرنسی کی قیمت کم نہیں کی۔ سفارتی تعلقات کے بارے میں انہوں نے کہا کہ پاکستان ان تعلقات کے قیام کے وقت یہ نہیں دیکھتا کہ فلاں ملک کمیونسٹ ہے اور فلاں سرمایہ دار۔ ان کا اشارہ چین کی طرف تھا جس کے ساتھ پاکستان نے سفارتی تعلقات قائم کئے تھے ۔ انہوں نے کہا کہ بعض کمیونسٹ مما لک کے ساتھ پاکستان کے تجارتی تعلقات ہیں اور جب امریکہ نے اقوام متحدہ میں یہ قرارداد پیش کی تھی کہ چین کے ساتھ تجارت پر عائد پابندیاں عائد کر دی جائیں تو پاکستان نے اس قرارداد کے خلاف ووٹ دیا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے اعلانیہ کہا تھا کہ پاکستان میں روس سے زیادہ آزادی ہے۔ انہیں روس سے کوئی ہمدردی بھی نہیں تھی ۔ لیاقت علی خان زمینداروں کے خلاف تھے اور سمجھتے تھے کہ اگر زرعی اصلاحات نہ کی گئیں تو یہ نظام مملکت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اسلام کے سماجی انصاف پر ان کا ایمان تھا۔ بنیادی طور پر اسلام جاگیرداری کے خلاف ہے۔ اسلام میں یہ رجحان ہے کہ دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز نہیں ہونا چاہیے چنانچہ قدرتی طور پر انہیں زمینداروں اور سرمایہ داروں سے کوئی ہمدردی نہ تھی ۔لیاقت علی خان حقیقت پسند تھے اور غریبوں کا معیار زندگی بلند کرنے کے متمنی تھے ۔ ایسا کرنا وسیع پیمانے پر اقتصادی ترقی سے ہی ممکن ہوسکتا تھا جس کے لیے پاکستان کے پاس نہ تو سرمایہ تھا اور نہ پلانٹ اور نہ فنی مہارت ۔ یہ سب کچھ مغرب سے حاصل ہوسکتا تھا چنانچہ انہیں ملک کی اقتصادی ضروریات پوری کرنے کے لیے مغرب پر ہی انحصار کرنا پڑتا تھا۔ یہی صورت حال کشمیر کے تنازع کے حل کی تھی جسے وہ اقوام متحدہ کے ذریعہ حل کرنا چاہتے تھے۔ لیاقت موقع پرست نہ تھے ۔شمالی امریکہ نے جو ترقی کی تھی اور وہاں کے عوام نے جو سیاسی کامیابیاں حاصل کی تھیں وہ شہید ملت کے سامنے تھیں۔ وہ پاکستان میں بھی اسی قسم کی ترقی کے خواہاں تھے۔ اس کے باوجود وہ پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف

تھے ۔وہ ایک ترقی پسند سماجی پالیسی کے حامل تھے ۔لیاقت علی خان کے دورہ روس کے بارے میں پاکستان میں بہت جوش وخروش تھا لیکن اپنی ترجیحات کے مطابق انہوں نے امریکہ کے دورے پر جانا پسند کیا لیکن اس سے انہیں دکھ پہنچا کہ جواب میں اسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں کیا گیا۔کشمیر کے مسئلے پر روس نے اقوام متحدہ میں ہمیشہ ووٹ دینے سے احتراز کیا۔روس کے نمائندے نے صرف ایک مرتبہ اس مسئلے پر اظہار خیال کیا جو پاکستان کے حق میں نہ تھا۔کوریا کے مسئلہ پر انہوں نے اقوام متحدہ میں امریکی موٗقف کی اس بنا پر حمایت کی کہ شمالی کوریا جارح تھا۔بعد ازاں انہوں نے کہا کہ اس جنگ کو اسی سطح تک محدود رکھا جائے۔انہوں نے کہا کہ یہ سوچنا کوئی عقلمندی نہیں کہ چین امن نہیں چاہتا۔

شہید ملّت گورنمنٹ کی پالیسی یہ تھی کہ پیکنگ کی حکومت جاپان کے ساتھ معاہدہ صلح پر دستخط کرے۔لیکن اس حکومت کو سان فرانسسکو کانفرنس میں نہ بلایا گیا۔پاکستان نے اقوام متحدہ اور بعض دوسرے ملکوں کے ہمراہ معاہدے پر دستخط کئے۔اس کے باوجود پیکنگ نے دستخط نہ کئے۔

لیاقت علی خان، دولت مشترکہ اور کشمیر:

دولت مشترکہ کے بارے میں شہید ملّت کچھ زیادہ پرجوش نہ تھے۔انہوں نے اپنی وزارت عظمیٰ کے چار سالوں میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ دولت مشترکہ کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کی حتمی نوعیت کیا ہوگی۔انہوں نے کہا کہ اگر دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم یہ کہیں کہ مسئلہ کشمیر کو حل کریں گے تو میں مجوزہ کانفرنس میں شرکت کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس شہید ملّت کے بغیر شروع ہوگئی لیکن جب کانفرنس کے شرکا کو یقین ہوگیا کہ لیاقت علی خان کی طرف سے یہ محض دھمکی ہی نہ تھی تو انہوں نے یقین دلایا کہ اس میں مسئلہ کشمیر زیرغور آئے گا۔چنانچہ شہید ملّت اس کانفرنس میں شامل ہو گئے۔شہید ملّت تمام ملکوں کے ساتھ دوستانہ اور مسلمان ملکوں کے ساتھ

برادرانہ تعلقات چاہتے تھے۔وزیراعظم نے مصر، شام،عراق اور ایران کا دورہ کیا جہاں ان ملکوں کے عوام نے ان کا پر جوش خیر مقدم کیا۔ 1950ء کے موسم بہار میں شہنشاہ ایران نے شہید ملّت کی دعوت پر پاکستان کا دورہ کیا۔پاکستان کے لیے یہ بہت بڑا واقعہ تھا۔شہید ملت انڈونیشیا کے دورے پر جانا چاہتے تھے۔جب ان کی وفات کی خبر ان ملکوں میں پہنچی تو ان ملکوں کے عوام غم کے اتھاہ سمندر میں ڈوب گئے۔انہوں نے کہا کہ یہ صرف پاکستان کا نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کا نقصان ہے۔

اسلامی ملکوں سے وابستگی:

اسلامی ملکوں کے ساتھ شہید ملت کی گہری وابستگی سے نہ صرف اہل پاکستان کی تمناؤں کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ وابستگی سیاسی لحاظ سے بھی بہت مستحکم تھی۔اس پالیسی سے پورے عالم اسلام میں پاکستان کے لیے خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوئے۔اس طرح ہندوستان مشرق وسطیٰ میں اپنا سکہ نہ جما سکا۔برما اور سری لنکا کے ساتھ پاکستان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے اور یہ سب کچھ شہید ملت کی شخصیت کا ہی اثر تھا۔

دسمبر 1949ء میں پنڈت نہرو نے لیاقت علی خان کو تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت جنگ نہ کرنے کا سمجھوتہ کرلیں اور اپنے تمام تنازعات مذاکرات کے ذریعہ پُر امن طور پر حل کریں۔ لیاقت علی خان نے کہا کہ تعلقات محض معاہدوں سے بہتر نہیں ہوا کرتے۔اس کے لیے دونوں ملک پہلے اپنے تنازعات طے کریں۔انہوں نے کہا کہ کسی تنازع کو باہمی طور پر حل کرنے کے لیے دو ماہ کی مدت کافی ہے۔اگر تنازعہ طے نہ ہو تو دو ماہ مصالحت کے لیے دئے جائیں۔اگر یہ بھی ناکام رہے تو تنازعہ ثالث کے سپرد کردیا جائے جو دو ماہ میں اپنا فیصلہ سنائے اور دونوں ملک اسے قبول کرنے کے پابند ہوں۔لیکن پنڈت نہرو جنگ نہ کرنے کے معاہدے سے آگے نہ بڑھے۔اس طرح انہوں نے لیاقت علی

خان کا منصوبہ مسترد کر دیا۔ پنڈت نہرو جانتے تھے کہ کشمیر کے تنازعے میں پاکستان کے مقابلے میں ہندوستان کا مؤقف کمزور ہو گا۔ اس لیے ثالثی کا فیصلہ ہمیشہ پاکستان کے حق میں آئے گا۔ اگرچہ ہندوستان کے آئین کی دفعہ 51 میں کہا گیا ہے کہ حکومت ہند تنازعات کو حل کرنے میں ثالثی کی حوصلہ افزائی کرے گی لیکن عملاً ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں نہری پانی کے تنازع کی مثال دی جا سکتی ہے۔

پاکستانی سرحدوں پر بھارتی فوجوں کا اجتماع:

پاک بھارت تعلقات اس وقت زیادہ خراب ہوئے جب ہندوستان نے اپنی 90 فی صد مسلح افواج پاکستان کی سرحد پر جمع کر دیں۔ دونوں ملکوں میں جنگ کی باتیں ہونے لگیں۔ لیاقت علی خان نے اپنی قیام گاہ کے سامنے مظاہرہ کرنے والوں کو یقین دلایا کہ پاکستان اپنی سرزمین کے ایک ایک انچ کا دفاع کرے گا۔ یہی وہ موقع تھا جب انہوں نے مُکا فضا میں لہرا کر کہا کہ آج سے ہمارا نشان یہ ہے۔ لیاقت علی خان نے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی بنیاد پر حل کیا جائے اور اگر ان قراردادوں کے نفس مضمون پر کوئی اختلاف ہو تو اس کے لیے سلامتی کونسل سے رجوع کیا جائے۔ باقی ماندہ تنازعات مذاکرات مصالحت یا ثالثی کے ذریعہ حل کئے جائیں۔ انہوں نے پنڈت نہرو سے یہ بھی کہا کہ 1950ء کے معاہدے پر سختی سے عمل کیا جائے تاکہ ایک دوسرے ملک کے خلاف مخالفانہ پراپیگنڈہ بند ہو سکے۔ لیکن پنڈت نہرو نہ مانے گلیڈسٹون نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ انکی خارجہ پالیسی کا مطلب اپنے ملک کو مضبوط بنانا ہے۔ لیاقت علی خان کا مشن بھی یہی تھا۔ وہ پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہتے تھے۔

شہید ملت اور مزدور:

شہید ملت مزدوروں کے مسائل سے بھی بخوبی آگاہ تھے اور وہ معاشرے میں ان کی عزت بڑھانا چاہتے تھے۔ 8 فروری 1949ء کو کراچی میں سہ فریقی لیبر کانفرنس کا

افتتاح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”جب میں اپنی تقریر میں مزدور کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو اس سے مراد صرف صنعتی مزدور نہیں ہوتی بلکہ میری مراد ان تمام مزدوروں سے ہوتی ہے جو معاشرے کی خدمت کرتے ہیں“۔ وہ مزدور کو معاشرے کا حصہ سمجھتے تھے۔

اپنی وفات سے چند ماہ قبل انہوں نے یوم آزادی پر ایک شاندار تقریر کی۔ انہوں نے کہا: ”قوم نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے اور جو محبت مجھے دی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کا بدلہ کس طرح ادا کروں۔ دولت میرے پاس نہیں، جائداد کا میں مالک نہیں اور میں خوش ہوں کہ میں ان چیزوں سے محروم ہوں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو انسان کے ایمان کو کمزور کرتی ہیں۔ میرے پاس صرف میری زندگی ہے جسے میں پاکستان کے لیے وقف کر چکا ہوں۔ میں قوم کو اس کے سوا اور کیا دے سکتا ہوں کہ اگر پاکستان کے دفاع کے لیے اور اس کی حرمت کے لیے قوم کو اپنا خون بہانا پڑا تو لیاقت کا خون اس میں شامل ہو گا“۔ شہید ملت نے دو سال کے عرصے میں خوراک کی صورت حال پر پوری طرح قابو پا لیا اور انہوں نے پاکستان کو فاضل پیداوار والا ملک بنا دیا۔



کتابیات

1- Mohammad Reza Kazmi, *Liaquat Ali Khan: His life and work,* Oxford University Press, Karachi, 2003.

2- Professor Ziaud Din Ahmed, *Shaheed-e-Millat Liaquat Ali Khan: Builder of Pakistan,* Royal Book Company, Karachi, 1990.

3- Liaquat Ali Khan, *Pakistan the Heart of Asia,* Royal Book Company, Karachi, 1989.

4- M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Mr. Liaquat Ali Khan,* Research Society of Pakistan, Lahore, 1987.

5- Khalid Shamasul Hassan, *The Punjab Muslim League and the Unionists,* Ushba Publishing International, Karachi, 2005.